www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کتاب و حکمت

پروفیسر چوہدری عبد الحفیظ
پروفیسر حافظ اسرائیل فاروقی

ترجمان القرآن

آیات نمبر: ۱۰۵-۱۰۴

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟
ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾
مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَلَا ٱلْمُشْرِكِينَ
أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَخْتَصُّ
بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ:

"اے ایمان لانے والو! گفتگو کے دوران رسول اکرم ﷺ کو "رَاعِنَا" نہ کہا کرو بلکہ "اُنْظُرْنَا" کہا کرو اور خوب یاد رکھو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

جو لوگ کافر ہیں اہل کتاب یا مشرکین وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے خیرو برکت نازل ہو اور اللہ تو جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com

تشریح:

یہود رسولِ اکرم ﷺ کی محفل میں بیٹھتے- دورانِ گفتگو جو بات انہوں نے نہ سنی ہوتی اور دوبارہ آپ سے پوچھنا چاہتے تو کہتے "راعنا" (ہماری رعایت کیجئے) یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہوں- مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی بعض اوقات یہ لفظ استعمال کرنے لگے' اللہ نے منع فرمادیا کہ یہ لفظ استعمال نہ کرو اگر کہنا ہو تو "اُنظرنا" کہو اور اس کے معنی بھی یہی ہیں' نیز فرمایا:

رسول اکرم ﷺ کی بات کو آئندہ غور سے سنو تاکہ پوچھنا ہی نہ پڑے- یہود اس لفظ کے استعمال میں چالاکی سے کام لیتے تھے اور زبان کو ذرا دبا کر "راعنا" کے بجائے "رَاعِینَا" کہتے' جس کا معنی "ہمارا چرواہا" جو شان رسالت ﷺ میں گستاخی تھی- پھر یہودیوں کی زبان میں "راعینا" "احمق" کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا- ابنِ کثیرؒ نے کہا: اللہ نے اہلِ ایمان کو منع کیا کہ وہ قول و فعل میں کفار کی مشابہت اختیار نہ کریں-

یہود ایسی بات کرتے جس میں "توریہ" ہوتا- یہ کام حقارت کے لئے کرتے اور "اِسْمَعْ لَنَا" کے بجائے رعونت سے "راعنا" کہتے جیسے قرآن میں ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۴۶)

ترجمہ: "اور یہودیوں میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں- کہتے ہیں: ہم نے سُن لیا اور نہیں مانا اور سنو نہ سنوائے اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے "راعنا" کہتے ہیں اور اگر یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور "اسمع" اور "راعنا" کی جگہ "اُنظرنا" کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی بہت درست ہوتی لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے تو یہ بہت تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں"-

اسی طرح احادیث میں بھی آیا- کہ جب سلام کرتے تو السام علیکم کہتے- "سام" کے معنی ہیں "موت"!... اس لئے ہمیں یہ حکم ہوا کہ ان کے جواب میں صرف "وعلیکم" کہیں- یعنی یہ موت تم پر پڑے ہم میں کوئی اس بددعا سے نہ مرے- حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں مرفوعاً آیا ہے- مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.... (ابوداؤد) "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے"-

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے کفار کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی خواہ ان کے اقوال وافعال میں ہو یا لباس واطوار میں یا عبادات میں۔ یہ ہمارے لئے کسی صورت میں مشروع نہیں۔ میں کہتا ہوں اس حدیث کی جیسی تشریح شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کتاب "اِقْتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ لِمُخَالَفَةِ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ" میں لکھی ہے اس جیسی کسی کتاب میں دیکھی نہ سنی گئی۔ یہ حدیث اسلام کی اصلُ الاصول ہے۔ مسلمانوں نے اس زمانے میں اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے گویا ان کے خیال میں منسوخ ہو گئی.... (اناللہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ "یاأیھاالذین آمنوا" فرماتا ہے تو اس پر کان رکھو کیونکہ ان الفاظ سے وہ کسی خیر کا حکم کرتا ہے یا کسی شر سے منع کرتا ہے۔ خیثمہؒ کہتے ہیں: قرآن میں جہاں کہیں "یاأیھاالذین آمنوا" ہے تو وہاں "یاایھاالمساکین" ہے۔

عطاءؒ نے کہا لفظ "راعنا" انصار استعمال کرتے تھے۔ اللہ نے اس لفظ کے استعمال سے منع کردیا۔ ابن جریرؒ نے کہا صحیح بات یہ ہے کہ مومنین کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا اس لئے کہ یہ کلمہ اللہ کو مکروہ وناپسند ہے۔ یہ وہی بات ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم انگور کو "کرم" نہ کہو "حبلہ" کہو۔ "عَبْدِیْ" نہ کہو "فَتَایْ" کہو۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ ایسے الفاظ جن میں دشنام طرازی کا احتمال ہو ان کے استعمال سے بچنا چاہیے۔ اگرچہ متکلم کا ارادہ ان سے دشنام کا نہ بھی ہو اس میں ایسے ذریعہ اور وسیلے کا بند کرنا بھی ہے جس میں فساد کا مادہ آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار اہل کتاب ہوں یا مشرک ان کی عداوت کی شدت کا حال بیان کیا تاکہ مومنین اور کافروں میں دوستی نہ ہو۔ یا اس طرح کا باہم میل جول نہ ہو جن سے مومنین کو نقصان پہنچے۔

"رحمت" سے اس جگہ مراد قرآن واسلام ہے یا نبوت یا جنسِ رحمت!.... بندوں کو جو خیر دین و دنیا میں ملی ہے، وہ بغیر کسی استحقاق کے وہ محض اللہ کے فضل وانعام سے حاصل ہوئی ہے۔ سو اللہ ہی بڑے فضل کا مالک ہے جس کو چاہے رحمت ونعمت دے۔ یہود ومشرکین کا اس خیر وبرکت کے بارے میں مومنین پر حسد کرنا بلا سبب ہے۔

آیات نمبر : ۱۰۶-۱۰۷

مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٦﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ:

"ہم جس آیت کو منسوخ کردیتے یا اسے فراموش کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہربات پر قادر ہے۔

(اے نبی اکرم ﷺ) کیا آپ نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں"۔

تشریح:

یہ یہودیوں کا طعن تھا کہ قرآن میں بعض آیتوں کو منسوخ کہا گیا ہے اور اگر یہ آیات اللہ کی طرف سے تھیں تو کس عیب کی بناء پر انہیں منسوخ کہا گیا؟ اللہ نے فرمایا کہ "عیب" نہ پہلی آیت میں تھا اور نہ بعد میں آنے والی آیت میں۔ حاکم کو حق حاصل ہے کہ ہر وقت جو چاہے حکم کرسکتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نسخ سے مراد تبدیل کرنا ہے" مجاہد نے کہا نسخ سے مراد ختم کرنا ہے، قرطبی نے کہا "نسیان" ہے۔ ضحاک نے کہا "ترک کرنا ہے"۔ سدی نے کہا: "آیت کا اٹھالینا" ہے۔ جیسے یہ آیت "اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ"... یا یہ قول "لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغَى لَهُمَا ثَالِثًا"

ترجمہ: "شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں ضرور رجم کرو--- اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوتیں تو وہ ضرور تیسری کا مطالبہ کرتے"۔

ابن جریر نے کہا: نسخ سے مراد "نقلِ آیت" ہے، جیسے حلال کو حرام اور حرام کو حلال، جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز قرار دینا ہے۔ تمام احکام اور شروطِ نسخ اصولِ فقہ کی کتب میں مفصل موجود ہیں۔ یہاں ان کے ذکر کی کچھ ضرورت نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کو ایک سورت سکھائی تھی وہ اس کو پڑھا کرتے تھے ایک رات نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اس سورت کا ایک بھی حرف نہ پڑھ سکے۔ صبح رسول اکرم ﷺ کو عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ منسوخ ہوگئی یا بھلادی گئی اب تم اس کو چھوڑ دو۔ (طبرانی)

زہری "نُنْسِهَا" پر "پیش" پڑھا کرتے تھے اور جس نے "نَنْسَأْهَا" یعنی نون پر

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"فتحہ" پڑھا ہے اس کے معنی تاخیر کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ "ترک و تبدیل" کے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کو متن (Text) میں ثابت رکھتے ہیں حکم میں بدل دیتے ہیں۔ جس نے نون پر پیش پڑھا ہے اس نے اس لفظ کو نسیان سے لیا ہے۔ حسن نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا کچھ حصہ پڑھتے پھر اس کو بھول جاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا رات کو وحی نازل ہوتی دن کو فراموش ہو جاتی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

یہ بات کہ جس آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری آیت فائدے کے اعتبار سے جلد یا بدیر زیادہ نفع مند ہوتی ہے یا اس جیسے فائدے کی حامل ہوتی ہے۔ یہ بات ناسخ و منسوخ پر غور کرنے سے سمجھ آتی ہے کیونکہ کبھی ناسخ اخف (زیادہ ہلکا) ہوتا ہے تو نفع اس کا عاجل (جلدی) میں زیادہ ہوتا ہے کبھی اثقل (بھاری) ہوتا ہے تو ثواب اس کا آجل (بدیر) میں زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی دونوں یکساں ہوتے ہیں تو نفع میں برابر ٹھہرتے ہیں۔

ناسخ و منسوخ:

امام شافعیؒ کا یہ فرمانا کہ قرآن سنت متواترہ سے منسوخ نہیں ہوتا یہ اس آیت کی دلیل سے صحیح نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ قرآن کا سنت سے منسوخ ہونا جائز ہے۔ یہ ارشاد کہ اللہ ہر چیز کا قادر ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ نسخ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا حصہ ہے۔ نسخ کا انکار کرنا اللہ کی قدرت کا انکار ہے۔ دوسرا فرمان کہ آسمان و زمین میں اس کی سلطنت ہے اس میں یہودیوں کی تکذیب ہے جو نسخ کے منکر ہیں۔ سارے اہل اسلام سلف و خلف اس بات پر متفق ہیں کہ نسخ ثابت و جائز ہے عقلاً واقع ہے۔ سمعاً کسی ایک نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔ ہاں یہود نسخ سے منکر ہیں۔ تورات ان پر حجت ہے کیونکہ نسخ اس سے بھی ثابت ہے۔

اس کی مثالیں گذشتہ شریعتوں سے بہت سی دی جاسکتی ہیں۔ مثلاً

جب حضرت نوحؑ کشتی سے باہر آئے تو اللہ نے ان سے فرمایا: میں نے ہر چوپائے کو تیرے لیے اور تیری اولاد کے لئے غذا مقرر کیا سوائے ان کے خون کے۔ لیکن بعد میں موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پر بہت سے حیوانات حرام کر دیئے یہ بھی تورات سے ثابت ہے کہ حضرت آدمؑ بہن کی شادی بھائی سے کرتے لیکن پھر اللہ نے موسیٰ کی شریعت میں اسے حرام کر دیا۔ تورات میں یہ بھی ہے کہ ابراہیمؑ کو پہلے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو پھر فرمایا کہ ذبح نہ کرو۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تھا کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے انہیں قتل کرو پھر فرمایا اب

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تلوار اٹھالو۔ اسی طرح ہفتے کے دن کام کرنے سے منع کیا تھا حالانکہ اس سے پہلی امتوں پر حرام نہ تھا اس طرح کے احکام تورات میں بہت سے ہیں۔ قرآن مجید نے ساری پہلی شریعتوں' پرانی کتابوں تورات اور انجیل وغیرھا کو منسوخ کردیا۔ نسخِ آیت کا یہ مطلب ہوتا ہے اس آیت کی قراءت یا حکم یا دونوں کو منسوخ کیا۔

بعض علماء نے کہا ہے پانچ سو آیات منسوخ ہیں لیکن محققین کے نزدیک پانچ آیتوں سے زیادہ منسوخ نہیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے الفوزُالکبیر میں یہی لکھا ہے۔ لیکن ان پانچ میں بھی نظر ہے۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے ابنِ جوزی نے لکھا ہے کہ ۲۱ حدیثیں منسوخ ہیں۔ ابن القیمؒ نے دس حدیثوں سے بھی کم کو منسوخ مانا ہے۔ بلکہ ایک جگہ پانچ کہا ہے۔ زرقانی سے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ محدثین، اصولیین اور فقہا کا یہ مذہب ہے کہ جہاں تک جمع ممکن ہو جمع واجب ہے۔ صاحب "دراساتُ اللبیب" نے ایک مستقل رسالہ "بیان بطلان نسخ" اجتہادی میں لکھا ہے۔ پھر کہا کہ یہ دعویٰ اکثر فقہا خصوصاً حنفیہ کا ہے۔ متقدمین کے نزدیک نسخ معتبر وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ تک مرفوع ہو۔ جو غیر تک پہنچتا ہے وہ زیادتی اور تجاوز کرتا ہے اور عبودیت سے تشریع کی طرف آتا ہے۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اللہ نے اپنے بندوں کو یہ فرمایا کہ مخلوقات میں صرف تنہا اللہ ہی متصرف ہے۔ خلق وامر اسی کا ہے جس کو چاہا بنایا جس کو چاہا سعید کہا' جس کو چاہا شقی ٹھہرایا' کسی کو تندرست رکھا' کسی کو بیمار کرڈالا' کسی کو توفیق دی' کسی کو بے مدد چھوڑا۔ اسی طرح جس چیز کو چاہا حلال کہا۔ جسے چاہا مباح فرمایا۔ جسے چاہا پُر خطر ٹھہرایا۔ اللہ کو کون سوال کر سکتا ہے؟ سوال تو بندوں سے ہوگا۔ اس کا حکم کرنا کسی مصلحت کے تحت ہوتا ہے جسے وہی جانتا ہے۔ کسی چیز سے منع کرنے کی مصلحت بھی اسے معلوم ہوتی ہے۔ ہم پر تو یہ فرض ہے کہ ہم اسی کی پوری اطاعت کریں' حکم بجالائیں' رسول اکرم ﷺ کی تصدیق اور پیروی کریں' پھر فرمایا کہ اس مقام پر بہت بڑا رد اور بیان بلیغ ہے یہودیوں کے انکارِ نسخ پر۔ ان کا یہ دعویٰ عقلاً جہل وکفر ہے۔ اور نقلاً افتراء و تہمت ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ یہود نے تورات کے احکام کے نسخ کا انکار کیا اس لئے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو نہ مانا کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نے تورات کے بعض احکام کو منسوخ کیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے تورات اور انجیل دونوں کے احکام بدل دیئے۔ ابن کثیرؒ نے کہا: مسلمانوں میں صرف ایک ابو مسلم اصفہانی ہے جس نے یہ کہا ہے کہ قرآن میں نسخ نہیں ہے۔ سو اُس کا یہ قول ضعیف' مردود اور رذیل ہے۔ اور اس نے منسوخ آیات کے بارے میں جو جواب دیئے ہیں وہ سب ناقابل قبول ہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آیت نمبر: ۱۰۸

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ:

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے اسی طرح کے سوال کرو جس طرح کے سوال پہلے موسیٰ سے کئے گئے تھے اور جس شخص نے ایمان کو چھوڑ کر اس کے بدلے کفر کو اپنایا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا"

تشریح: کثرتِ سوال کی ممانعت

امتِ مسلمہ کو یہ ہدایت دی گئی کہ یہودیوں کے بہکانے سے اپنے رسول ﷺ سے مشتبہ چیزیں نہ پوچھا کریں جس طرح وہ اپنے نبی ﷺ سے پوچھا کرتے تھے۔ ایسے شبہے نکالنا گویا یقین کو چھوڑ کر انکار کی طرف بڑھنا ہے۔ اس آیت میں مومنین کو کثرت سوال سے منع کیا گیا ہے۔

جیسے قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۔(المائدہ: ۱۰۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کردی جائیں گی"۔

اس آیت میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی کام کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے سوال نہ کیا کرو، نزولِ قرآن کے بعد تفصیل پوچھو گے تو بتادی جائیں گی لیکن جو چیز ابھی واقع نہیں ہوئی ہے اس کا سوال نہ کرنا کہیں وہ چیز اس پوچھ پاچھ سے حرام نہ ہوجائے۔ اسی لئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کا سوال کیا جو حرام نہ تھی، اور اس کے سوال سے حرام ہوگئی۔

رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ پائے تو کیا کرے؟ اگر کچھ کہتا ہے تو بڑا بول منہ سے نکالتا ہے اگر خاموش رہتا ہے تو بری بات

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پر خاموش رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان مسائل کو مکروہ جانا' عیب دار سمجھا' پھر اللہ نے آیت ملاعنہ اتاری یہ اس سوال کا نتیجہ تھی۔ صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قیل و قال (ٹال مٹول)' مال کو ضائع کرنے اور کثرتِ سوال سے منع کیا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے "تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں' اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کے لوگ کثرتِ سوال اور باہمی اختلاف کے سبب ہلاک ہوئے۔ میں جس بات کا تمہیں حکم دوں' حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو' جس کام سے منع کروں اس سے باز آجاؤ"

یہ حدیث آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی جب اللہ نے حج فرض کیا تھا کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ "ہر سال حج فرض ہے؟ آپ ﷺ خاموش رہے' تیسری دفعہ پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں" ! اگر میں ہاں کہتا تو فرض ہو جاتا اور اگر فرض ہو جاتا تو تم عمل نہ کر سکتے"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہمیں سوال سے منع کیا گیا تھا' ہمارا دل چاہتا تھا کہ کوئی بدّو آئے اور کچھ پوچھے اور ہم سنیں"۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ایک ایک سال گزر جاتا تھا کہ میں رسول اکرم ﷺ سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر دہشت و ہیبت کے سبب نہ پوچھ سکتا' یہ تمنا ہوتی کہ کوئی بدّو آئے اور آپ ﷺ سے سوال کرے تاکہ میرا مسئلہ بھی حل ہو"۔ (اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے رسول اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بہتر کوئی قوم نہیں دیکھی کہ انہوں نے بارہ مسئلوں کے علاوہ کوئی سوال نہیں کیا اور وہ سب مسئلے قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جیسے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ .... يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ......
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى' وغیرها

اس آیت میں لفظ "اَمْ" .... "بَلْ" یا استفہام انکاری کے معنی میں آیا ہے۔ یہ آیت مومنین' کافرین سب کو شامل ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ سب کی طرف مبعوث ہوئے۔ جیسے اللہ نے فرمایا:

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ

(النساء-۱۵۳)

ترجمہ: "اے نبی اکرم ﷺ ! اہل کتاب آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ان پر ایک لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اتار لائیں۔ یہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑے بڑے سوال کر چکے ہیں' اس سے کہتے تھے ہمیں اللہ کو ظاہر (یعنی آنکھوں سے) دکھا دو' سو ان کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گناہ کی وجہ سے ان کو بجلی نے آپکڑا"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! رافع بن حریمہ نے کہا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے کوئی کتاب ہمارے لئے اتارو، جسے ہم پڑھیں، ہمارے لئے نہریں چلاؤ تو ہم آپ کو سچا مانیں، اس پر یہ آیت اتری۔ ابوالعالیہ نے کہا کہ ایک شخص نے کہا۔ ہمارے کفارات بھی مثل بنی اسرائیل کے ہوتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ لیکن آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا اور فرمایا: اے اللہ میں یہ نہیں چاہتا، پھر فرمایا جو تم کو دیا گیا ہے وہ ان سے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ ان سے جب خطاء ہوتی تھی تو وہ اس کو اپنے گھر کے دروازے پر لکھا ہوا مع کتاب کے پاتے تھے، اگر کفارہ دیتے تو دنیا میں رُسوا ہوتے اور نہ دیتے تو آخرت میں بدنام ہوتے۔ لیکن امت محمدیہ پر بڑی آسانی کردی گئی ہے جیساکہ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: "اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا"۔

پھر فرمایا: "نماز پنجگانہ اور جمعہ سے جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کے لئے جو اس دوران میں سرزد ہوئے۔ جس نے برائی کا ارادہ کیا مگر عمل نہ کیا اس کے خلاف کوئی گناہ نہیں۔ جس نے بُرا عمل کیا اس پر ایک گناہ لکھا گیا۔ جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن نیکی نہ کرسکا تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھی گئی اور اگر نیکی کرلی تو اس کا دس گنا اجر لکھا گیا"۔

حضرت مجاہد نے کہا: حضرت موسیٰ سے یہ سوال کیا گیا کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلادو۔ اسی طرح قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ کوہِ صفا کو سونا کردو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر بنی اسرائیل کی طرح ایمان نہ لائے تو اللہ تمہیں ایسا عذاب دے گا جو اس سے پہلے آج تک کسی قوم کو نہیں دیا۔

حاصلِ کلام:

یہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کے سوالات محض بدطینتی کی وجہ سے کرتے تھے۔ یہاں سیدھی راہ سے مراد صراطِ مستقیم ہے، اس راہ سے نکلنے سے مراد یہ ہے کہ انسان جہالت و گمراہی میں جاپڑے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو انبیاء کی اتباع اور تصدیق سے پھر گئے۔ بلاوجہ اپنے کفر و عناد کی وجہ سے ایسے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سوالات کرنے لگے جس سے پیغمبروں کی تکذیب ہوتی ہے۔ جیسے اللہ نے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ○ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (ابراہیم: ۲۹)

ترجمہ: "کیا آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گڑھے میں اتارا' وہ گھر دوزخ ہے اور سب ناشکرے اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے"۔

آیت نمبر: ۱۰۹

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ:

"بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لاچکنے کے بعد آپ کو پھر کافر بنادیں' حالانکہ ان پر حق ظاہر ہوچکا ہے' تم انہیں معاف کردو اور درگزر کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا دوسرا حکم بھیجے' بے شک اللہ ہر بات پر قادر ہے"۔

تشریح:

اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ تم اہل کتاب کی سی چال نہ چلو وہ تم سے ظاہر و باطن میں عداوت رکھتے ہیں۔ باوجود اس بات کے علم کے (کہ تم اور تمہارے نبی ﷺ صاحبِ فضیلت ہیں) تم پر حسد کرتے ہیں۔ پس تم اللہ کے حکم (یعنی فتح و نصرت) کے آنے تک خاموش رہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ آیت حیی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب کے حق میں نازل ہوئی اس لئے کہ جو ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف حسد تھا وہ کسی دوسرے کو نہ تھا۔ یہ ہر وقت اور ہر حال میں لوگوں کو اسلام سے بدظن کرتے۔ امام زہری ؒ نے فرمایا کہ یہ آیت کعب بن اشرف یہودی کے بارے میں اتری جو رسول اکرم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا۔ یہ آیت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا" قرآن مجید کی اس آیت کی مانند ہے : (آل عمران: ۱۸۶)

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا

ترجمہ : "اور تم اہل کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے"۔

مزیؒ نے فرمایا: کہ عفو و درگزر کی آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت یہ ہے:

فَاقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ..... (التوبہ: ۵)

ترجمہ: "(جب عزت کے مہینے گزر جائیں) تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو، پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو"۔

دوسری آیت:

وَقَاتِلُوْا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ..... (التوبہ: ۲۹)

ترجمہ : "جو لوگ اہل کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں"۔

یہی ایک جماعت سلف کا بھی قول ہے، کہ یہ آیت منسوخ ہے آیتِ "سیف" سے۔ چنانچہ لفظ "حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مشرکین و اہل کتاب سے درگذر کرتے ان کو معاف کرتے، ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قتال کی اجازت دے دی۔

تاآنکہ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سُورما مارے گئے۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اسے ابنِ ابی حاتمؒ نے روایت کیا، اس کی اسناد صحیح ہیں۔

جس طرح رسول اکرم ﷺ کے دور میں اہل کتاب یہ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کتابی مشرک بن جائیں، ان کی دولت و عزت جاتی رہے، اس طرح آج کے دور میں بھی یہ لوگ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ سارے اہل اسلام اہل کتاب بن کر دین سے پھر جائیں، روئے ارض پر ان کی مزاحمت کرنے والا دین و دنیا میں باقی نہ رہے۔ پس جس طرح اسلام کے آغاز میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی ایذا پر صبر کیا تھا اسی طرح آج غربائے اسلام بھی صابر ہیں۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

صدہا تکالیف ان کے ہاتھ سے پاتے ہیں، درگذر کرتے ہیں، سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کے قتل کا حکم دیا تھا اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ زمانۂ مہدی و عیسیٰ میں تم ان کو قتل کرو گے، پس سارے مسلمان اسی انتظار میں خاموش ہیں۔

"حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ" اگرچہ حسب وعدۂ نبوی ﷺ ایک نہ ایک گروہ اہلِ اسلام کا کسی نہ کسی خطہ میں ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ مخالفین اسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

آیت نمبر : ۱۱۰

وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

"اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں پالو گے، کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے"

تشریح:

اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو یہ کہا کہ تم اس کام میں مشغول ہو جاؤ جو تمہیں فائدہ دے، تمہاری عاقبت کو درست کردے، دنیا میں فتح و نصرت حاصل ہو، آخرت میں گواہ حاضر ہوں، جس دن کہ ظالموں کو عذر کچھ فائدہ نہ دے گا۔ بلکہ ان پر لعنت ہوگی اور بُرا انجام ہوگا۔

اس لئے فرمایا کہ ہم تمہارے کرتوت سے غافل نہیں ہیں، اچھا ہو یا بُرا ہر عامل کو اپنے کئے کی جزا اور سزا ملے گی۔

آیت نمبر : ۱۱۱-۱۱۲

وَقَالُوا۟ لَن يَدْخُلَ ٱلْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَٰرَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿۱۱۱﴾ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُۥٓ أَجْرُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ترجمہ:

"اور (یہود و نصاریٰ) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا' ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں' اے پیغمبر ﷺ ان سے کہہ دیجئے اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو' ہاں ایسا شخص جو اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور وہ نیکو کار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ ہی غمناک ہوں گے"۔

تشریح:

اللہ نے اس پہلی آیت میں اہل کتاب کے غرور کا ذکر کیا کہ ان دونوں میں سے ہر گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ جنت میں صرف وہی شخص جائے گا جو ان کی ملت (دین) پر ہو گا۔ جیسے سورۃ المائدۃ میں ان کا کہنا ذکر ہوا ہے: "قَالُوا نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ" (سورۃ المائدہ)

ترجمہ: "انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں"

لیکن اللہ نے فرمایا یہ جھوٹے اور دغاباز ہیں۔ یہ ان کی جھوٹی آرزوئیں ہیں وہ اپنے گناہوں کا عذاب ضرور پائیں گے' جہنم رسید ہوں گے' اگر وہ سچے ہوتے تو انہیں عذاب نہ دیا جاتا۔ یہ دعویٰ اسی طرح ہے جیسے پہلے آچکا ہے۔ "لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً" جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا تھا اسی طرح یہاں بھی ان کے دعوے کا رد کیا۔ کہ یہ ان کا دعویٰ بلا دلیل اور بغیر کسی واضح حجت کے ہے۔

ابو العالیہ ؒ نے فرمایا: کہ اللہ پر ان کی ہر تمنا ناحق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے سند طلب کی کہ اگر دعویٰ میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو !

پھر فرمایا: جس نے اپنا سر تسلیم خم کیا یعنی خالص دین کا ہو گیا تو وہ محسن ہے اور متبع رسول ﷺ اور اس کا انجام نیک ہے۔

ابن کثیر ؒ نے فرمایا: مقبول عمل کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہو' دوسرے یہ کہ صواب یعنی سنت مطہرہ کے عین مطابق ہو۔ لہٰذا اگر نیت خالص بھی ہو اور رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نہ ہو تو عمل اللہ کی بارگاہ میں قابل قبول نہ ہو گا۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے

(مسلم)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سو درویشوں کا عمل اگر فرض کرلیا جائے کہ وہ مخلص ہیں لیکن عمل بارگاہ الٰہی میں اس وقت تک مقبول نہ ہوگا جب تک رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نہ ہو۔ اطاعت اس رسول ﷺ کی ہونی چاہیے جو ساری مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ایسے لوگوں کے حق میں اللہ نے فرمایا:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا...(الفرقان: ۲۳)

ترجمہ: "اور جو انہوں نے عمل کئے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے، تو ان کو اڑتی خاک کردیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا (النور: ۳۹)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔

تیسری جگہ فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ (الغاشیہ: ۲،۳،۴)

ترجمہ: "اس روز بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے، ایک کھولتے ہوئے چشمے کا انہیں پانی پلایا جائے گا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر انہیں رھبان کے ساتھ کی ہے۔ رہی یہ بات کہ عمل ظاہر صورت میں شریعت کے مطابق ہو لیکن خالصتاً اللہ کے لئے نہ ہو تو ایسا عمل بھی مردود ہوتا ہے۔ یہ حال اہلِ ریاء و نفاق کا ہوتا ہے۔

جیسے اللہ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۱۴۲)

ترجمہ: "منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکہ دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہوکر، صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم"۔

دوسری جگہ فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (الماعون: ۵-۴)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: "تو ایسے نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو اپنی نمازیں غفلت سے ادا کرتے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں اور استعمال کی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے"۔ اسی لئے ارشاد فرمایا:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (سورۃ الکہف: ۱۱۰) ترجمہ: "پس جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے' لازم ہے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے"۔ اور اس جگہ یہ فرمایا:

"بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ"... مطلب دونوں آیات کا ایک ہے پھر اس اخلاص پر یہ اقرار کیا کہ نہ کسی گذشتہ امر پر غم اور نہ کسی آئندہ معاملے پر کچھ خوف ہو گا۔ سعید بن جبیر نے فرمایا: نہ مرتے دم کچھ غم ہو گا اور نہ قبر میں کچھ ڈر ان کا مقدر ہو گا....!

آیت نمبر: ۱۱۳

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

ترجمہ:

"اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی راہ راست پر نہیں ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہود راہ راست پر نہیں حالانکہ کتاب (الٰہی) پڑھتے ہیں' اسی طرح بالکل انہیں کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے (مشرک) پس جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ قیامت کے دن اس بارے میں ان میں فیصلہ کرے گا"۔

تشریح:

اسی آیت میں اللہ نے یہود و نصاریٰ کی باہمی دشمنی' بغض اور عناد بیان فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جب نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو یہودی علماء بھی جمع ہوئے' دونوں فریقوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا' رافع بن حرملہ نے کہا: تم کچھ چیز نہیں ہو' حضرت عیسیٰ اور انجیل کا انکار کیا' ایک نصرانی نے اس کا جواب دیا کہ تم بھی کچھ چیز نہیں ہو'

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

موسیٰ اور تورات کا انکار کیا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی اور فرمایا یہ دونوں اہل کتاب ہیں اپنی اپنی کتاب میں ایک دوسرے کی تصدیق پاتے ہیں' یہود کا حضرت عیسیٰ کی رسالت سے انکار کرنا بالکل غلط ہے اس لئے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کی زبان سے تورات میں یہ عہد لیا کہ عیسیٰ کی تصدیق کرنا۔ اسی طرح انجیل میں موسیٰ اور تورات کی گواہی ہے' پھر ایک کا دوسرے کو کافر کہنا لایعنی بات ہے۔

حضرت مجاہد اور قتادہ نے فرمایا کہ اگلے یہود و نصاریٰ کچھ راہِ راست پر تھے لیکن عہد رسول اللہ ﷺ کے یہود و نصاریٰ نے بدعات پیدا کیں' فرقے فرقے بن گئے مگر صحیح یہی ہے کہ یہاں اگلے پچھلے سب یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ اس آیت میں "لَا یَعْلَمُوْنَ" سے مراد نصاریٰ ہیں جنہوں نے یہود سے جھگڑا کیا یہ قول قتادہ کا ہے۔ حضرت عطاء نے فرمایا ہے: یہاں وہ امتیں مراد ہیں جو یہود و نصاریٰ سے پہلے تھیں' تورات اور انجیل سے پہلے حضرت نوح' حضرت داؤد' حضرت صالح' حضرت لوط' اور حضرت شعیب کی قومیں تھیں' کہ ان سب نے اپنے انبیاء کے بارے میں کہا کہ وہ کسی راہ راست پر گامزن نہیں ہیں۔ سدی نے فرمایا اس آیت میں عرب مراد ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں یہی بات کہی' موضح القرآن میں ہے کہ جن کے پاس علم نہیں ہے وہ عرب کے لوگ ہیں۔ پہلے حضرت ابراہیم کا دین رکھتے تھے' پھر گمراہ ہو کر بُت پوجنے لگے ایسے شخص کو مشرک کہتے ہیں جو اپنی ہی راہ چلتا ہے۔ ابنِ جریر نے فرمایا' آیتِ مذکور سب کے لئے عام ہے' کوئی دلیل قاطع تعین پر موجود نہیں۔ اس لئے سب پر اطلاق ہی اولیٰ ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ آیت پچھلی امتوں یا پہلے عربوں کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر زمانے کے بے علم اسی طرح گفتگو اپنے اپنے وقت میں کیا کرتے ہیں۔ روافض کو دیکھو باوجود قرآن پڑھنے کے خوارج کو "لا علیٰ شئی" کہتے ہیں اور کافر سمجھتے ہیں اور خوارج' روافض کی تکفیر کرتے ہیں۔ اسلام کے بہتر(۷۲) فرقوں میں ایسے فرقے بہت نکلیں گے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے یا اب بھی کر رہے ہیں۔ یہی حال مقلدینِ مذاہب کا ہے' کہ ہر ایک مقلد دوسرے کی تذلیل' ایک دوسرے کو بدعتی بناتا بلکہ ایک دوسرے کو تکفیر کرتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ اہل سنت والجماعت کو اس بلا سے بچا لیا ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کافر و لاشئی نہیں کہتے۔ نہ اس وقت تک کسی تاویل کرنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ جب تک کہ صریح کفر نہ ہو۔

امام رازی نے فرمایا:

یہ واقعہ یقیناً اس امت میں واقع ہوا ہے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کی تکفیر کرتا ہے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

باوجودیکہ تلاوتِ قرآن پاک پر سب کا اتفاق ہے۔ یہاں کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا' اس کا مطلب یہ ہے کہ عدل جاری ہوگا۔ ذرہ برابر کسی پر ظلم وجور روا نہ رکھا جائے گا' جس طرح فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (حج: ١٧)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا' بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے"۔

یہ چھ گروہ ہوئے جن کا قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا۔ ایک جگہ اس طرح فرمایا:

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ

(السباء: ٢٦)

ترجمہ: "کہہ دو کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا' پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا اور صاحبِ علم ہے"۔

"فتح" سے اس جگہ مراد فیصلہ اور حکم ہے' آدمؑ سے لے کر قیامت تک جتنی امتیں گزری ہیں اور جتنے باہمی اختلافات ہوئے ہیں ان سب کا فیصلہ اللہ تعالٰی کے روبرو میدانِ محشر میں ہونے والا ہے۔ تم بھی منتظر رہو' ہم بھی منتظر ہیں وہاں معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون تھا اور باطل پر کون براجمان تھا۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ